Vol. 6 No.1 2022

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

"پروفیسر عبدالعزیز جاوید بطور مترجم و تصحیح نگار"

ABDUL AZIZ JAVED AS A TRANSLATOR AND EIDTOR

* تہمینہ رفیق

** عاصم علی

ABSTRACT:

Prof. Abdul Aziz Javed is a Pakistani writer and well-known name of Urdu and Persion literature. He has marvelous contribution in writhing Poetry, Urud Translation of Persion Books he has a great contribution in translation. This article covers the translation and editing work of Prof. Abdul AZIZ JAVED.

کلیدی الفاظ: عبدالعزیز جاوید، کیمیائے سعادت، کشف المحجوب، اردو، فارسی، ترجمہ نگاری، تصحیح نگاری

اردو ادب کی خوش قسمتی رہی ہے کہ اسے ہر دور میں ایسے ادیب میسر رہے ہیں، جنھوں نے صحیح معنوں میں اردو ادب کی خدمت کی۔ عبدالعزیز جاوید ایک معلّم، نقاد، محقق ، مترجم اور تصحیح نگار ہیں۔ عبدالعزیز جاوید کا نام اردو اور فارسی ادب کی دنیا کا ایک معتبر حوالہ ہے۔ وہ بہت قناعت پسند اور سادہ طبیعت کے مالک ہیں اور اس سادگی کا عکس ان کی گفتگو سے بھی جھلکتا ہے۔ ان کا نام بھی اپنے ادبی کارناموں کی وجہ سے قبول عام کا تاج رکھتا ہے۔ ادب میں بہت سے ادیبوں کا نام رہتی دنیا تک زندہ رہا جبکہ بہت سے ادیب زمانے کی گرد میں کھو گئے۔ عبدالعزیز جاوید ۴ جولائی ۱۹۲۵ء کو پیدا ہوئے۔ انھوں نے زراعت کی تعلیم حاصل کی اور بہ طور ایگری کلچر آفیسر اپنی ملازمت کا آغاز کیا۔ انھوں نے اپنے تعلیمی سلسلے کو ملازمت کے ساتھ جاری رکھا اور ایم۔ اے اردو اور ایم۔ اے فارسی کی ڈگریاں حاصل کی۔ بعد ازاں وہ بہ طور لیکچرار فارسی و اردو محکمہ تعلیم میں تعینات ہو گئے اور پروفیسر کے عہدے سے سبک دوش ہوئے۔

عبدالعزیز جاوید ایک ایسی شخصیت ہیں جنھوں نے بہ طور مترجم اور تصحیح نگار اپنے فرائض ادا کرتے ہوئے اردو ادب کی خدمات سرانجام دی ہیں۔ عبدالعزیز جاوید نے اپنی شخصیت، تراجم، شاعری اور تصحیحی کارناموں کی وجہ سے زندگی میں ہی خاص و عام کی طرف سے داد تحسین پائی ہے۔ انھوں نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز شاعری سے کیا۔ فارسی و اردو دونوں زبانوں کے شاعر ہیں۔ وہ منفرد لہجے اور انوکھے اسلوب کے حامل شاعر ہیں۔ ان کا مجموعہ کلام "راہ آورد" اپریل ۲۰۱۰ء کو رحیم یار خان سے شائع ہوا۔ فارسی کلام مجموعہ کے صفحہ نمبر ۲۳ سے ۹۲ کو محیط ہے جسے انھوں نے اپنے اردو کلام پر فوقیت دی ہے۔ اردو کلام صفحہ ۹۵ سے ۲۴۸ تک پھیلا ہوا ہے۔ جب کی آخری حصّہ میں ایک پنجابی نظم شاملِ کتاب ہے۔ شاعری میں انھوں نے زندگی کے متنوع لہجوں کو بیان کیا ہے۔ ان کی شاعری اپنے اندر زندگی کے تجربات سمیٹے ہوئے ہے۔

فارسی شاعری کو اردو پر فوقیت دیتے ہیں۔ اردو زبان فارسی ہی کا بانکا فرزند ہے اور اس کے بیشتر الفاظ فارسی الاصل قرار دیتے ہیں۔ فارسی زبان کو عمر کے حوالے سے بھی اردو پر فوقیت حاصل ہے۔ فکری اعتبار سے ان کی شاعری محبت، عقیدت، لگن، ہمدردی، درد، بلند حوصلگی، یادِ ماضی اور زندگی کے متعدد متنوع لہجوں کا تخلیقی اظہار ہے۔ ان کے مصرعوں میں کہیں محبت کی سرگوشی ہے، کہیں ہوا سی نرمی و لطافت، تو کہیں ایک باغی کی بلند آہنگی بھی شامل ہے۔ یہ نرمی و لطافت اور بلند آہنگی جذبہ و احساس کی صداقت کی وجہ سے بھی معلوم ہوتی ہے۔ ان کی شاعری پر غالب اور اقبال کی شاعری کے اثرات نظر آتے ہیں۔ وہ غالب اور اقبال کے بہت بڑے مداح ہیں جو اپنے زمانے کے نابغہ روزگار شاعر تھے ان کے سامنے دوسرے شعرا سورج کے مقابل چراغ کی مانند ہیں۔ انھوں نے طرحی نظمیں اور غزلیں بھی لکھی ہیں۔ عبدالعزیز جاوید فارسی کے پروفیسر رہے ہیں اس وجہ سے ان کے فارسی کلام کو اردو پر فوقیت حاصل ہے جس کی وجہ بیان کرتے ہوئے۔ غلام یٰسین نے ترجمہ تحلیل کشف المحجوب تحقیقی و تنقیدی جائزہ میں لکھا ہے:

"فارسی زبان کو اردو زبان پر فوقیت اور اوّلیت دینے کی وجہ یہ ہے کہ پروفیسر صاحب کے خیال میں اردو فارسی ہی کا بانکا فرزند ہے کیوں کہ اس میں ساٹھ ستر فی صد الفاظ فارسی کے ہیں۔ لہذا اس کی جدِ امجد فارسی زبان کو ہی ہونا چاہیے۔ کثرت الفاظ و لغات پر ہی کیا موقوف ہے؟ قواعد کے صیغوں وغیرہ میں بھی اس زبان سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ویسے عمر میں بھی فارسی زبان کو فوقیت اور برتری حاصل ہے۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بھی بزرگی کا لحاظ فرمائے گا تو اس سنت کی پیروی بندے کیوں نہ کریں؟"(1)

Vol. 6 No.1 2022

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

عبدالعزیز جاوید کی شاعری پر جن شعرا کے اثرات نظر آتے ہیں ان میں سے زیادہ نمایاں اقبالؒ ہیں۔انھوں نے اقبال کو اپنے زمانہ طالب علمی ہی سے سن رکھا تھا۔پروفیسر صاحب کی شاعری شگفتہ اور جدّت پسندی پر مبنی ہے۔ان کے کلام میں جوشِ بیان اور درسِ اخوت دکھائی دیتا ہے اور ساتھ ساتھ وہ معاشرتی ناہمواریوں کا ذکر بھی کرتے ہیں۔انھوں نے شاعری میں قرآنی آیات و احادیث اور تلمیحات بھی خوب استعمال ہیں۔جس سے اشعار کی تضمین بھی ہو جاتی ہے۔انہوں نے خیر مقدم کی جو نظمیں لکھیں ان میں مزاح کا عنصر پیدا کیا ہے۔وہ فارسی کے جید شاعر ہیں اور ان کی شاعری کو شگفتہ اور جدت پسندی پر مشتمل قرار دیا جا سکتا ہے۔

عبدالعزیز جاوید کی شاعری گزرے ہوئے لمحات کی یاد ہے۔انھوں نے شاعری سے امیجری اور پیکر تراشی سے کام لیا ہے۔ان کے خیالات کبھی ساکن اور کبھی متحرک فلم کی طرح تروتازہ دیکھائی دیتے ہیں۔عبدالعزیز جاوید کی شاعری دل کی آواز اور شبنم سے دھلی ہوئی ہے۔ان کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے اس تازگی میں جو پیش پا افتادہ، گھسے پٹے استعارات، اسلوب میں غزل کی فارمولا زبان اور اس کے ساتھ لگی بندھی ہوئی اضافتیں اور تراکیب سے گریز کیا ہے۔عبدالعزیز جاوید نے جو استعارات، اسلوب اپنی شاعری میں استعمال کیا ہے وہ اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ آپ فارسی اور اردو کے کہن مشق شاعر ہیں۔عبدالعزیز جاوید کی شاعری میں تلمیحات ملاحظہ کریں:

برہمن برہما کے سر سے، ہے یہ روشن نانو سے
دست و بازو سے کشتری و یش، شودر پانو سے
نکلا ہے شیطان کہتا ہے یہ پورے گانو سے
نحس ہے شودر سبھی بچیئے گا اس کی چھانو سے (2)

درج بالا اشعار میں انہوں نے ہندی تلمیحات کا استعمال کیا ہے۔اس ہی طرح عبدالعزیز جاوید نے اپنے کلام میں احادیث مبارکہ کو بھی بہ طور تلمیح استعمال کیا ہے۔جاوید کی شاعری میں عربی تلمیح ملاحظہ کریں:

کل مومن اخوۃ ہر زہر تریاق ہے
لیکن اس مد میں لیکھا ہی تراب بے باق ہے
اے تیری نظروں سے او جھل ہے کنفس واحدۃ
کس طرح روشن ہو دل پر رمز حرفِ لا الہ (3)

ان کی شاعری فکر و خیال کے حوالے سے جتنی اہم ہے اتنی ہی اظہار و اسلوب اور فنی پختگی کی آئینہ دار بھی ہے۔ان کی شاعری میں الفاظ کا چناؤ، علامات، تشبیہات، استعارات، تلمیحات اور سلیقہ اظہار متاثر کن ہے۔ان کی شاعری میں انفرادی دکھ کے ساتھ اجتماعی غم بھی ہے۔عبدالعزیز جاوید نے جس شاعری کا آغاز فارسی کے زیر اثر کیا تھا، اردو میں منتقل ہونے کے بعد وہ اور زیادہ پختہ ہو گئی۔ان کی شاعری اردو میں ایک نیا اضافہ ثابت ہوئی ہے۔انہوں نے اپنے احساسات و جذبات کو کامیابی سے شاعری میں منتقل کیا ہے۔عبدالعزیز جاوید کی شاعری نے نئے تجربات کی رہ ہموار کر دی ہے۔

عبدالعزیز جاوید کا نام دورِ حاضر کے اہم مترجمین میں شامل ہے۔انہوں نے کیمیائے سعادت' دبیر عجم، تذکرہ خوش نویساں اور تحلیل کشف المحجوب کا اردو ترجمہ کیا۔ان کے تراجم میں متن کے مزاج، واقعات کے تسلسل، زبان و بیان کو اردو زبان میں بھی برقرار کھنے کی کوشش واضح طور پر نظر آتی ہے۔جس کی اصل وجہ ان کی فارسی دانی ہے کیوں کہ ایک مترجم جس زبان پر ماہرانہ دسترس رکھتا ہو گا اسی زبان کے الفاظ و تراکیب، روزمرہ و محاورہ، ضرب الامثال اور صنائع لفظی و معنوی کا استعمال بھرپور انداز سے کرتا ہے۔ڈاکٹر سید عابد حسین ترجمے کی وضاحت میں تحریر پر داز ہیں:

”ترجمہ صرف اسی کا نام نہیں کہ اصل عبارت کا مفہوم دوسری زبان میں ادا کر دیا جائے۔ مفہوم تو صرف خیال کا بے کیف و بے رنگ ست ہوتا ہے۔جو فلسفے کی میزان میں چاہے جو کچھ وزن رکھتا ہو ادب میں کوئی وزن نہیں رکھتا۔ ادبی قدر و قیمت ترجمے کو اس وقت حاصل ہوتی ہے۔جب ایک زبان سے دوسری زبان میں مفہوم کے ساتھ وہ آب و رنگ، وہ چاشنی، وہ خوشبو، وہ مزہ بھی آجائے جو اصل عبارت میں موجود تھا۔“ (4)

Vol. 6 No.1 2022
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

پروفیسر عبدالعزیز جاوید کی مترجمہ "ترجمہ تحلیل کشف المحجوب" کا اصل ماخذ زبانِ فارسی ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی (رہا) کی تالیف "تحلیل کشف المحجوب در احوال و آثار حضرت داتا گنج بخش" کا اردو ترجمہ ہے۔ جو دکتر محمد حسین تسبیحی (رہا) کا پی ایچ ڈی کا تحقیقی مقالہ جو "سید ہجویری قومی تصوف سیمینار" منعقدہ لاہور، پاکستان کی مناسبت سے ۳۱ مئی و یکم جون ۱۹۹۹ء کو اسلام آباد سے کتاب کی صورت میں شائع ہوا۔ پروفیسر عبدالعزیز جاوید نے ان کا ترجمہ "ترجمہ تحلیل کشف المحجوب" کے عنوان سے کیا۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۲۰۱۴ء میں شائع ہوئی۔ جس کا اردو زبان کی تخلیق، ارتقا اور ترویج و اشاعت میں حصہ تقریباً ستر (۷۰) فی صد ہے۔ ہم کہ سکتے ہیں کہ ترجمہ کرتے ہوئے کچھ مشکلات درپیش نہیں ہوئی ہوں گی کیوں کہ ستر (۷۰) حصے کے علاوہ مترجم کا وسیلہ زبان پر ماہرانہ دسترس اور عبور بھی اس حوالے سے کافی آسانی اور سہولت کا باعث رہا ہو گا۔ ترجمہ ملاحظہ کریں:

"اگر تم اپنے آپ کو پہچاننا چاہتے ہو تو جان لو کہ تمہیں پیدا کیا گیا ہے تو دو چیزوں سے: ایک کالبد (جسم) جو ظاہر ہے جسے تن یا بدن کہتے ہیں اور جسے ظاہری آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں۔ تو دوسرے معنی باطن جسے نفس، دل اور جان کہتے ہیں اور اسے ناطنی بصیرت سے پہچانا جا سکتا ہے ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھا جا سکتا۔" (5)

درج بالا اقتباس سے عبدالعزیز جاوید کی تحریر کی سادگی نظر آتی ہے کہ وہ کس طرح منشا مصنف کے مطابق ترجمہ آسان، سادہ و سلیس اور عام فہم کرتے ہیں۔ جس کی عبارت میں ادبی شان برقرار رہتی ہے۔ قاری تک متن کا مفہوم باآسانی پہنچ جاتا ہے کہ کم پڑھے لکھے بھی باب کو سمجھ جاتے ہیں۔

عبدالعزیز جاوید کا دوسرا اہم کارنامہ "کیمیائے سعادت" از امام غزالی کا ترجمہ ہے۔ انھوں نے ترجمے کے ساتھ تصحیح نگار کے فرائض بھی انجام دیئے ہیں۔ انھوں نے نہ صرف ترجمہ کیا ہے بلکہ پہلے سے موجود اہم تراجم میں ہونے والی غلطیوں کی تصحیح بھی کر دی ہے اور کتاب کے مقدمہ میں اس کی نشاندہی بھی کر دی ہے۔ کیمیائے سعادت کا یہ ترجمہ ضخیم کتابی کی شکل میں ۹۶۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ترجمہ حسین خدیوجم کے مرتب کردہ نسخہ سے کیا گیا ہے۔ حرفِ اعتذار کے تحت انھوں نے "کیمیائے سعادت" کا پیش لفظ تحریر کیا ہے۔ جس میں انھوں نے کتاب کے مختلف تراجم، اس کے ماخذ اور کتاب کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

حرفِ اعتذار کے تحت انھوں نے "کیمیائے سعادت" کے پیش لفظ تحریر کیے ہیں جس میں انھوں نے کتاب کے مختلف تراجم، اس کے ماخذ اور کتاب کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ انہیں کیمیائے سعادت کا ترجمہ کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ مزید کیمیائے سعادت کے تراجم پر بات کرتے ہوئے اور اس کے پاکستان میں موجود مستند ترجمے کے بارے میں لکھتے ہیں:

"امام غزالی کی فارسی تصنیف 'کیمیائے سعادت' خود ان کی معرکۃ الآرء عربی تصنیف 'احیاء علوم الدین' کا خلاصہ ہے۔ اس کتاب کے متعدد اردو تراجم ہو چکے ہیں۔ اس وقت جو تراجم متداول ہیں ان میں سے 'اکسیر ہدایت' نام سے جو ترجمہ ہے دستیاب ہے۔ وہ مفتی اعظم پاکستان حضرت محمد شفیع صاحب کے نامور صاحبان علم و فضل اخلاف کا پسندیدہ ہے اور انھی کے ادارے 'دارالاشاعت' سے شائع ہوا ہے۔ اس اردو ترجمے کے مترجم جناب فخر الدین صدیقی صاحب ہیں جو علمائے فرنگی محل ایسے نامور اساتذہ کی اولاد میں سے ہیں انھی کے ترجمے کو متذکرۃ الصدر ادارے نے صحیح ترین اور مستند ترین قرار دیا ہے۔ اس لیے راقم الحروف نے جب اکسیر ہدایت نام کے اس ترجمے میں بوالعجبیاں دیکھیں تو امام کے اصل فارسی متن کی طرف رجوع کیا۔ کیمیائے سعادت کا یہ متن جناب حسین خدیوجم نام کے ایک ایرانی محقق کا مرتبہ ہے۔ جو استنبول کے حاصل شدہ نسخے پر مبنی ہے جسے چند نسخوں کی مدد سے مدوّن کیا گیا ہے، حسین خدیوجم نے امام کی احیاء علوم الدین (عربی) کا ترجمہ بھی فارسی میں کیا ہے۔ اس لیے ان کا مرتّبہ کیمیائے سعادت فارسی کا استناد قوی تر ہو جاتا ہے۔" (6)

کیمیائے سعادت کا اصل متن فارسی میں ہونے کی وجہ سے یہ کتاب اردو ادب کے قارئین کے لیے ناقابلِ رسائی تھی۔ امام غزالی کے فہم کو اردو ادب کے قارئین تک پہچانے کے لیے اس کتاب کے متعدد تراجم کیے گئے۔ ترجمہ در ترجمہ ہونے کی وجہ سے اس میں اغلاط راہ پا گئیں تھیں۔ جس کی وجہ سے عبدالعزیز جاوید نے اس کا ایک نسخہ اغلاط سے پاک ترجمہ تیار کیا۔ ان کا یہ ترجمہ علمی میدان میں بے حد پُر اثر ہے۔ یہ اپنے اندر علمی خزانہ رکھتا ہے۔ انھوں نے اس تراجم کو اکیلے انتہائی محنت اور لگن سے ترتیب دیا ہے۔

عبدالعزیز جاوید کے تراجم کا دوسرا اہم شہکار "دبیر عجم (فارسی) کا ترجمہ ہے۔ دبیر عجم فارسی استاذ الاساتذہ مولانا اصغر علی روحی کی تالیف ہے جس عبدالعزیز جاوید نے ترجمہ کر کے قارئین اردو کے پیش کیا تاکہ وہ بھی اس تالیف سے استفادہ کر سکیں۔ یہ کتاب بھی پروفیسر صاحب کے دوسرے تراجم کی طرح انہوں نے خود شائع کروا کے

Vol. 6 No.1 2022
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

رحیم خان سے منظر عام پر آئی۔ فہرست کتاب میں سے پہلے اظہار تشکر مترجم کی طرف سے ہے جس میں انہوں نے اپنے عزیزان ڈاکٹر محمد اقبال مسعود جو کہ کینیڈا میں قیام پذیر ہیں اور ذوالفقار علی رانا کا شکر ادا کیا ہے۔ دبیر عجم کا انتساب زبان کے دقایق اور شعر کے حسن وقبح سے کم آشنا کثرتِ کثیرہ کے نام کیا ہے۔ کتاب کے شروع میں انہوں نے صاحب تالیف فارسی دبیر عجم مولانا اصغر علی روحی کی سوانح حیات شامل کیا ہے۔ جاوید لکھتے ہیں:

”یہ دل انگیز داستان ایک ایسے یتیم دیہاتی بچے کی ہے جو مادی سروسامانی سے بے نیاز آٹھ ایک برس کی عمر میں اپنے مسقط الراس کٹھالہ ضلع گجرات (پاکستان) سے تحصیل علم و فضل کے لیے، یکہ وتنہا لاہور کا رخ کرتا ہے۔ زادِراہ کے طور پر اس کے پاس صرف ڈیڑھ روپیہ کی حقیر رقم ہے۔ لیکن اس کا عزم نہایت قوی ہے جو اسے کشاں کشاں لاہور جیسے بڑے شہر میں لے جاتا ہے۔ جہاں اس کے جاننے والا کوئی نہیں۔ وہ سب کے لیے مطلق اجنبی ہے۔ لیکن اس کی ہمت قابل دید ہے۔ اصغر علی نام کا یہ طالب علم ذاتی جدوجہد ہی سے آگے چل کر مولانا اصغر علی روحی کے نام نام سے پورے برصغیر میں عربی فارسی کے زبان وادب اور دینیات کے عالم اجل کے طور پر علمی افق پر آفتاب وماہتاب بن کر جلوہ گر ہوتا ہے۔ جس نے چالیس بیالیس برس کی تدریس کے ذریعے کتنے ہی ذروں کو روشنی کا مینار بنادیا۔“(7)

”تذکرہ خوش نویساں“ کا اردو ترجمہ عبدالعزیز جاوید کے اہم تراجم میں سے ایک ہے جو انہوں نے ۲۰۱۴ء میں مکمل کر کے ۲ ہسپتال روڈ رحیم یار خان سے شائع کیا۔ ’تذکرہ خوش نویساں‘ مولانا غلام محمد ہفت قلمی دہلوی کی تصنیف ہے۔ محمد ہدایت حسین مدرس زبان عربی وفارسی پریڈنسی کالج کلکتہ نے یہ کتاب مطبع بیپٹس مشن کلکتہ میں ۱۳۲۸ھ بمطابق ۱۹۱۰ء میں ایشیاٹک سوسائٹی بنگالہ کے لیے زیور طبع سے آراستہ کرائی۔ عبدالعزیز جاوید نے اس کتاب کا اردو ترجمہ قارئین کے لیے پیش کیا۔ کتاب کے مشمولات میں پیش گفتار کے عنوان سے متراجم نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ جاوید اردو فارسی رسم خط کے بارے میں بات کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”ہندوستان میں انگریزی تسلط کے زمانے میں خود مسلمان میں سے بعض رہنما اس غلط فہمی میں مبتلا ہونے کے بناء پر اردو کے لیے رومن رسم الخط اختیار کرنے کے مجوز تھے لیکن اہل نظر کی طرف سے بشمول سر سید احمد خان کے اس تجویز کی سخت مخالف ہوئی۔ اگر خدا نکردہ ایسا ہو جاتا تو ہم اپنے شاندار ماضی کی علمی و سیاسی عظمت سے نا آشنا ہو جاتے۔ اردو، فارسی، عربی زبانوں کے لیے نسخ کے گوناگوں حسین روپ اور نستعلیق بالعموم ہماری تعلیمات کا ذریعہ ہیں۔ ان خطوں کے حسن سے بے خبری اور کورکورانہ تقلید ہمیں پٹڑی سے اتار رہی ہے۔ ہماری حالت اس حسین پیکر کی سی ہے جس نے اپنی صورت آئینے میں نہ دیکھی ہو اور حسن کی تلاش میں ادھر ادھر مارا مارا پھر رہا ہو۔“(8)

عبدالعزیز جاوید کی مترجمہ کتب ”کیمیائے سعادت وترجمہ تحلیل کشف المحجوب“ ادب میں نمایاں مقام کی حامل ہیں۔ کیمیائے سعادت کے پہلے بھی ترجمہ کیا گیا ہے لیکن جو منفرد و اعلیٰ مقام عبدالعزیز جاوید کے ترجمے کو حاصل ہوا وہ کسی اور مترجم کے حصے میں نہیں آیا۔ فارسی سے اردو ترجمہ کرتے وقت مترجم کو دو زبانوں سے مکمل آگاہی ہونا ضروری ہے تو ہی وہ معیاری ترجمہ کر سکے گا۔ عبدالعزیز جاوید فارسی زبان کے استاد رہے ہیں اس بناء پر ان کو اردو و فارسی دونوں زبانوں پر مکمل عبور حاصل تھا جس کی وجہ سے ان کی ترجمہ کردہ کتب دوسرے تراجم کی نسبت معیاری ترجمہ کی مثال ہیں۔ جاوید کے ترجمے کا معیاری نمونہ ملاحظہ کریں:

”اگر تم اپنے آپ کو پہچاننا چاہتے ہو تو جان لو کہ تمہیں پیدا کیا گیا ہے تو دو چیزوں سے: ایک کالبد (جسم) جو ظاہر ہے جسے تن یا بدن کہتے ہیں اور جسے ظاہری آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں۔ تو دوسرے معنی باطن جسے نفس، دل اور جان کہتے ہیں اور اسے باطنی بصیرت سے پہچانا جاسکتا ہے ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھا جاسکتا۔“(9)

اس پیراگراف کا ترجمہ دیکھا جائے تو یہ کیمیائے سعادت اصل متن کی عبارت کے عین مطابق ہے۔ جس میں الفاظ کا چناو، عبارت اور زبان قارئین کو مدنظر رکھتے ہوئے مترجم نے ترجمہ کو دوسروں کے لیے ایک معیار بنادیا ہے جو دوسرے مترجمین کے لیے مشعل راہ کا کام کرئے گا۔ عبدالعزیر جاوید کا ترجمہ شدہ تحریر عام فہم ہے جسے وہ انتہائی سادہ انداز میں پیش کرتے ہیں۔ ان کی تراجم سے کم پڑھے لوگ بھی استعفادہ کر سکتے ہیں۔ آپ نے اپنے ترجمے کو لمبے لمبے فقروں کی بجائے مختصر فقرات استعمال کیے ہیں تاکہ ترجمے کی تفہیم میں آسانی ہو۔ عبدالعزیز جاوید کے یہ تراجم موجودہ تمام تراجم سے منفرد و اعلیٰ اور ممتاز و دلنشیں ہیں۔ سادہ و سلیس اور عام فہم الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔ فارسی کا فہم وادراک ہونے کی وجہ سے ان کے تراجم معیاری ہیں۔ فقرے زیادہ طویل لکھنے کی بجائے مختصر لکھتے ہیں تاکہ عبارت کی تفہیم میں آسانی ہو۔ عام قاری جو زیادہ پڑھے نہیں ہیں وہ بھی آپ کے تراجم سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ عبدالعزیز جاوید نے ترجمہ کرنے سے پہلے موجود نسخوں کا تحقیقی جائزہ لیا اور ان کا مطالعہ کرنے کے بعد صحیح نسخے کا انتخاب کیا تاکہ وہ صحیح متن کو کتاب میں شامل کیا جاسکے۔ وہ اپنے قلم پر قدرت رکھتے ہیں اور تراجم میں اپنے خیالات پیش نہیں کرتے۔ پروفیسر عبدالعزیز جاوید کے تراجم سادہ وسلیس اور عام فہم ہیں۔ ان کے جملوں میں مفرد بہ قلت اور مرکب کثرت سے موجود ہیں۔ ان میں واقعات کی تکرار دکھائی نہیں پڑتی اور ان کی تحریر کا لب ولہجہ خطاب

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

سے پاک ہے لیکن کشف المحجوب میں حوالے خطیبانہ انداز میں ہی ہیں۔ وہ اپنے ترجمے کو عربی اور فارسی الفاظ سے بھاری بھر کم نہیں بناتے بلکہ وہ عام فہم اور سادہ الفاظ پر اکتفا کرتے ہیں۔ لیکن وہ عربی وفارسی کی تراکیب سے اپنی تحریر کو حسن بخشتے ہیں جس سے پڑھنے والے کو تازگی کا احساس ہوتا ہے۔ ترجمہ شدہ متن میں بعض جگہوں پر انشاء پردازی اور خطابت کا انداز دکھائی پڑتا ہے۔ مجموعی طور پر دونوں تراجم کا متن ترجمہ کی بہت عمدہ کاوش ہے۔ جس میں اعتدال پسندی اثبات اور مدلل انداز تحریر کا حسن دکھائی دیتا ہے۔ یہ اپنے اندار علمی اور ادبی محاسن سموئے ہوئے ہیں۔ انھوں نے مترجمین کو عمدہ ترجمہ کرنے کی راہ دکھائی ہے کہ وہ کس طرح اپنے تراجم کو معیاری بناسکتے ہیں۔ عبدالعزیز جاوید کے درج بالا تراجم نئے آنے مترجمین کے مشعل راہ کا کام سرانجام دیں گے اور ان کی خدمات کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

تصحیح و تحقیق جدید دور میں ایک علم کی حیثیت اختیار کرچکی ہے۔ اس کے اصول وضوابط ہیں جن کی رعائت سے آدمی اس علم کا عالم ہو جاتا ہے اور اس کو تصحیح نگار یا محقّق کہا جاتا ہے۔ ترجمہ در ترجمہ ہونے کہ وجہ سے ایک ہی کتاب کے مختلف تراجم میں اغلاط واقع ہو جاتی ہیں اور تصحیح نہ ہونے کی وجہ سے نسل در نسل اغلاط کے ساتھ مدارس اور جامعات میں پڑھائی جاتی رہتی ہیں۔ دراصل ترجمے کا بنیادی منشا ہی اصل کے خیال اور مفہوم کی ادائیگی ہے اور اسی منشا کو پورا کرنے کے لیے زبان اور بیان کا پورا پورا علم اور مکمل اندازہ ضروری ہوتا ہے۔ جس زبان سے ترجمہ کیا جارہا ہے اس زبان کی لغت سے، اصطلاحات اور محاوروں سے، کسی قدر ادبیات سے اور تھوڑی بہت تاریخ سے واقفیت اور نکھرا ہوا ذوق ضروری ہے۔ پروفیسر نذیر احمد تصحیح و تحیقیق متن میں لکھتے ہیں:

”تحقیق میں سب سے زیادہ اہمیت متن کی ہوتی ہے۔ ماضی کے افکار، جو ہمارے سامنے آتے ہیں، تحریری شکل میں ہوتے ہیں اور یہ تحریر صدیوں پرانی ہوتی ہے جو عہد بہ عہد کے کاتبوں کے وسیلے سے ہم تک پہنچتی ہے۔ اس کی وجہ سے اس میں الحاق و تغیر و تبدل کے ہزاروں راستے ہیں۔ چنانچہ الحاق کی نشان دہی کے بغیر کوئی تحریر قابل اعتنا قرار نہیں پاسکتی۔ بدیہی امر ہے کہ جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ تحریر ہر طرح کے سقم سے پاک ہے اس وقت تک ہم نہیں کہ سکتے کہ جو کچھ ہمارے سامنے ہے وہ بعینیہ فلاں شخص کے افکار و خیالات ہیں، اس وقت تک شخصِ مذکورہ کے بارے میں دیانت داری سے کسی گفت گو کا آغاز ہی نہیں ہوسکتا۔ ادبی تحقیق میں صرف نفس مضمون کی تحقیق مقصود نہیں ہوتی، بلکہ محقق یہ بھی دیکھنا چاہتا ہے کہ مصنف نے اپنے اظہارِ خیال کے لیے جو زبان استعمال کی تھی وہی ہمارے سامنے ہے یا اس میں ترمیم ہوئی ہے۔“(10)

عبدالعزیز جاوید نے بھی تراجم کے ساتھ ساتھ پہلے سے موجود تراجم میں پائی جانے والی ایسی اغلاط کی نشاندہی کرتے ہوئے مترجم و تصحیح نگار دونوں فرائض بخوبی سرانجام دیئے ہیں۔ ”کیمیائے سعادت“ امام غزالی کی فارسی تصنیف ہے جو کہ ان کی اپنی معرکۃ الآراء عربی تصنیف ’احیا علوم الدین“ کا خلاصہ ہے۔ اس کتاب کے متعدد تراجم ہو چکے ہیں۔ کیمیائے سعادت عرصے دارز سے ہمارے مدارس میں پڑھائی جارہی ہے۔ جس کی وجہ سے اس کے تراجم میں بہت سی اغلاط راہ پاگئی ہیں۔

کیمیاے سعادت کے اس وقت جو تراجم متداوّل ہیں ان میں سے ایک ”اکسیر ہدایت“ کے نام سے جو ترجمہ موجود ہے۔ وہ مفتی اعظم پاکستان حضرت محمد شفیع صاحب کے نامور صاحبان علم وفضل اخلاف کا پسندیدہ ہے اور انھی کے ادارے ’دارالاشاعت‘ سے ہی شائع ہوا ہے۔ اس اردو ترجمے کے مترجم فخر الدین صدیقی ہیں جو علمائے فرنگی محل ایسے نامور اساتذہ کی اولاد میں سے ہیں۔ انھی کے ترجمے کو متذکرۃ الصدر ادارے نے صحیح ترین اور مستند ترین قرار دیا جاتا ہے۔ اس ترجمے میں بھی بہت سی اغلاط موجود ہیں۔ کیمیاے سعادت کے اس وقت جو تراجم متداول ہیں ان میں سے ایک ”اکسیر ہدایت“ کے نام سے جو ترجمہ موجود ہے۔ وہ مفتی اعظم پاکستان حضرت محمد شفیع صاحب کے نامور صاحبان علم وفضل اخلاف کا پسندیدہ ہے اور انھی کے ادارے ’دارالاشاعت‘ سے ہی شائع ہوا ہے۔ اس اردو ترجمے کے مترجم فخر الدین صدیقی ہیں جو علمائے فرنگی محل ایسے نامور اساتذہ کی اولاد میں سے ہیں۔ ان ہی کے ترجمے کو متذکرۃ الصدر ادارے نے صحیح ترین اور مستند ترین قرار دیا جاتا ہے۔ اس ترجمے میں بھی بہت سی اغلاط موجود ہیں۔ جبکہ اس کے سرورق پر یہ عبارت ”مستند اردو ترجمہ والا اغلاط سے پاک نسخہ“ تحریر ہے۔ اس ترجمے کے بارے میں ناشر کا یہ دعوی جو کتاب ’اکسیر ہدایت‘ صفحہ نمبر ۵ پر ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

”یہ ترجمہ ۱۲۸۲ھ میں مکمل ہوا تھا، اس وقت سے اب تک سب سے زیادہ مستند اور قابل اعتماد ہے، ۱۹۴۷ء میں ناشرین نے اس پورے ترجمہ پر نظر ثانی کرائی اور اصل فارسی کتاب سے مقابلہ کر کے جو کچھ اغلاط تھیں وہ دور کرائیں، اور مفید حواشی اور قرآنی آیات و احادیث کا اردو ترجمہ بھی فٹ نوٹ میں بھی اضافہ کرادیا، جس کی وجہ سے اب یہ ترجمہ مکمل، مستند، قابلِ اعتماد اور صحیح ترین ترجمہ ہے۔ ہم ان تمام خوبیوں کو قائم رکھنے کے لیے اس نسخہ کا فوٹو لے کر اسی کا عکس اب ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ء میں اپنے قارئین کی

Vol. 6 No.1 2022
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

خدمت میں پیش کر رہے ہیں اور اس اشاعت میں نہایت مفصّل فہرست مضامین مرتب کر کے آغاز کتاب میں شائع کر رہے ہیں، ان خوبیوں کی وجہ سے اب کتاب کی افادیت میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے۔(11)

ترجمہ کے جس معیار کا دعوی ناشر نے کیا ہے وہ اس کو برقرار نہیں رکھ سکے ہیں۔ کتاب پر نظر ثانی، اصل فارسی متن سے تقابل کے باوجود اس میں اغلاط موجود ہیں۔ عبدالعزیز جاوید رقمطراز ہیں:

”جب اکسیر ہدایت نام کے اس ترجمے میں بوالعجبیاں دیکھیں تو امام کے اصل فارسی متن کی طرف رجوع کیا۔ کیمیائے سعادت کا یہ متن جناب خدیو جم حسین نام کے ایک ایرانی محقق کا مرتبہ ہے۔ جو استنبول کے حاصل شدہ ایک نسخے پر مبنی ہے جسے چند اور نسخوں کی مدد سے مدون کیا گیا ہے، خدیو جم نے امام کے احیاعلوم الدین (عربی) کا ترجمہ فارسی میں کیا ہے۔ اس لیے ان کے مرتّبہ کیمیائے سعادت فارسی کا استناد قوی تر ہو جاتا ہے۔ اکسیر ہدایت کے بارے میں ناشران کہتے ہیں کہ یہ صدیقی صاحب کے ترجمے کی فوٹو کاپی ہے۔ پھر ذرا آگے چل کر فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کی اغلاط بھی اہل علم سے دور کرا دی ہیں۔ لہذا اب یہ نسخہ صحیح ترین اور مستند ترین ہے۔ لیکن یہ بات کلیتہً صحیح نہیں۔ کیوں کہ اب بھی عجیب قسم کی اغلاط اکسیر ہدایت میں موجود ہیں جو امام غزالی کا ہرگز منشا نہیں۔ خردہ گیری میرا شیوہ نہیں۔ یوں بھی کوئی فرزند آدم خطا سے مبرا نہیں ہوتا۔ لیکن کیمیائے سعادت چونکہ دینی عقاید و اعمال کا دل انگیز دفتر ہے، لہذا اس کو اغلاط سے پاک ہونا چاہیے۔ بقول سعدی کہ

چو کاری نے فضولِ من بر آید

مرا زُوی سخن گفتن نشاید

دگر بینم کہ نابینا و چاہ آست

اگر خاموش بنشینم گناہ است“(12)

کیمیائے سعادت کے ترجمے اکسیر ہدایت میں مترجم نے متن کو صحیح طور پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ترجمہ کرتے ہوئے غلطیاں کی ہیں۔ جس سے ساری عبارت کا مفہوم تبدیل ہو جاتا ہے۔ جو لوگ کسی خاص موضوع کی کتاب یا مضمون سے گہری دلچسپی یا اس کے متعلق بنیادی معلومات نہ رکھتے ہوں، انہیں صرف زبان دانی کے بل پر اس موضوع کے ترجمے سے نہیں کھیلنا چاہیے اگر وہ کسی وجہ سے ایسے موضوعات کی تصانیف کا ترجمہ کرنے پر مجبور ہو جائیں تو انہیں ایک ایک لفظ خوب ٹھونک بجا کر دیکھ لینا چاہیے کہ کہیں ان الفاظ و تراکیب سے اس موضوع کا کوئی خاص رشتہ تو نہیں ہے۔ اگر ہے تو پھر اس موضوع کے لغت یا ماہرین سے مشورہ لینا چاہیے۔

”گلستان سعدی“ کی عظمت و اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ گلستان فارسی نثر کی عظیم و حسین ترین کتاب ہے جس کی مثال نہیں ملتی اور دنیا کے ادب میں شاید ہی مل سکے۔ اس کی اشاعت سے لے کر تا حال اس کے تراجم دنیا بھر کی زبانوں میں کیے جا چکے ہیں۔ گلستان فارسی یونیورسٹی، مدارس اور دیگر تعلیمی اداروں کے نصاب کا حصہ چلی آرہی ہے۔ جس قدر اس کے تراجم کیے گئے اسی قدر اس میں اغلاط بھی شامل ہوتی گئیں۔ مترجمین اصل فارسی متن کو سمجھ نہ پانے کی بنا پر اس کے ترجمے کا حق ادا نہیں کر کیا۔ عبدالعزیز جاوید نے ”گلستان سعدی“ کے اردو ترجمے جس کے مترجم ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی کا مطالعہ کیا، یہ کتاب سنگ میل پبلی کیشنز لاہور سے ۲۰۱۱ میں شائع ہوئی ہے۔ انھوں نے دیکھا کہ جگہ جگہ اشعار کا ترجمہ غلط دیا ہوا ہے۔ یہ سب مترجم کے اصل فارسی متن کو غلط سمجھنے کی وجہ سے ہوا تھا۔ اس کی نشاندہی کے لیے انھوں نے ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی اور ناشر کتاب کو خط بھی لکھے لیکن ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس لیے انھوں نے اس کتاب کی تصحیح کا ارادہ کیا جو کو انہوں کتابچے کی صورت میں ”گلستان سعدی فارسی کے مترجم خواجہ حمید یزدانی کی ہفوات“ نام سے خود شائع کرایا ہے۔ بلاشبہ ڈاکٹر حمید یزدانی نے یہ کام بڑی محنت اور توجہ سے کیا ہو گا مگر فارسی زبان کے اصل مفہوم سے ناواقف ہونے یا اس سے سمجھ نہ پانے کی وجہ سے وہ غلط ترجمہ کر گئے ہیں۔ جس کی تصحیح عبدالعزیز جاوید نے کر دی اور ساتھ ہی انھوں نے اصل فارسی متن بھی پیش کیا ہے۔ جبکہ ڈاکٹر حمید یزدانی نے ترجمہ میں اصل فارسی متن پیش نہیں کیا۔ اس کی وجہ انھوں نے بتائی ہے کہ آج کے قارئین فارسی سے ناآشنا ہے جس کی وجہ سے فارسی متن کا اندراج بے فائدہ ہو گا۔ گلستان سعدی فارسی کے صفحہ نمبر ۲ سے یہ شعر یوں ہے:

Vol. 6 No.1 2022
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

مکن فراخ روی در عمل اگر خواہی

کہ وقت رفع تو باشد مجال دشمن تنگ

ڈاکٹر حمید یزدانی اس شعر کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔

"اگر تو چاہتا ہے کہ تیری معزولی کے وقت تیرا دشمن عاجز ہو کر رہ جائے تو (اپنے دورِ اقتدار میں) حد سے تجاوز نہ کر۔"(13)

اسی فارسی شعر کا ترجمہ مولانا قاضی سجاد حسین، جنھوں نے "گلستان مترجم" کے نام سے گلستان سعدی کا ترجمہ کیا جو مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور سے شائع ہوا میں اس طرح کیا ہے۔

مولانا قاضی سجاد حسین یوں ترجمہ کرتے ہیں:

"کام میں پھیلا دانہ پیدا کر اگر تو چاہتا ہے کہ تیری پیشی کے دن دشمن کے لیے میدان تنگ ہو۔"(14)

پروفیسر عبدالعزیز جاوید نے ترجمہ کی تصحیح اس طرح کی ہے۔

"اگر تو چاہتا ہے کہ تیری ترقی کے موقع پر دشمن کو اعتراض کی مجال نہ ہو تو دیوانی اور مالی امور میں بے احتیاطی نہ کر اور اپنے اختیارات سے بڑھ کر پاؤں نہ پھیلا۔"(15)

ڈاکٹر حمید یزدانی ترجمہ نگاری میں متن کو مصنف کی منشا کے مطابق پیش نہیں کر سکے بہر حال وہ فارسی زبان کو پورا علم رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنے ترجمہ کو عام فہم بنانے کے لیے اردو کے عام فہم الفاظ استعمال نہیں کیے جس کی وجہ سے ترجمہ بوجھل بن جاتا ہے اور قاری کے لیے اس کو سمجھنا آسان نہیں رہتا۔ قاری ترجمے میں الجھ کر رہ جاتا ہے۔ ترجمہ کا اصل مقصد و منشاہی خیال اور مفہوم کی ادائیگی ہے۔ مترجم کو اس منشا کو پورا کرنے کے لیے زبان و بیان کا پورا پورا علم ہونا ضروری ہے۔ مترجم جس زبان سے ترجمہ کر رہا ہو اس زبان کی لغت سے، اصطلاحات اور محاوروں سے، کسی قدر ادبیات سے اور تھوڑی بہت تاریخ سے واقفیت اور نکھرے ہوئے ذوق کا ہونا ضروری ہے۔ مترجم کے زبان کا کتابی علم نہیں بلکہ وہ اس زبان پر ماہرانہ عبور رکھتا ہو تو وہ اصل عبارت یا اصل تصنیف والی زبان کو بے تکلف اور بے تکان لکھ سکے گا۔

بہر حال ترجمے کا صحیح ہونا ضروری ہے، کیوں کہ جو بات اصل میں ہے وہ اگر ترجمہ میں ادا نہیں ہوتی یا اصل کی سی شدت کے ساتھ ادا نہیں ہوتی تو ایسا ترجمہ کچھ زیادہ کار آمد نہیں ہو سکتا۔ ترجمہ کو حتی الامکان عام فہم ہونا چاہیے۔ اس کے بغیر ترجمے کا مقصد پورا نہیں ہو تا ترجمے کا مقصد تو یہ ہے کہ عوام کو ان تصورات سے روشناس کرایا جائے جو اصل میں موجود ہے جو اصل میں موجود ہیں اگر ترجمے میں ایسے الفاظ استعمال کیے جائیں جن کے معنی معمولی تعلیم یافتہ طبقہ نہ جانتا ہو تو وہ ان تصورات کو کیا سمجھے گا؟

وہ اپنے تراجم میں مصنف کے مفہوم کو قاری تک پہنچانے میں کامیاب رہے ہیں۔ انھوں نے اس کے لیے سادہ و سلیس اور عام فہم زبان استعمال کی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کی عبارت کہیں کہیں گنجلک اور پیچیدہ بھی ہو جاتی ہے۔ عام قاری کو عبارت کا مفہوم سمجھنے میں مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان خامیوں کے باوجود وہ اپنے تراجم کو معیاری، الفاظ و تراکیب، روزمرہ، محاورات، ضرب الامثال، صنائع لفظی و معنوی، قرآنی آیات، احادیث، اقوال اور روایات کے بر محل استعمال نے ان کے تراجم کو مزید علمی اور ادبی شان عطا کی ہے۔ عبدالعزیز جاوید کے تراجم دیکھ کر اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ مستند شاعر، بلند پایہ محقق، زیرک نقاد، ماہر مترجم اور اعلیٰ تصحیح نگار بھی ہیں۔ ان کے تحقیقی اور تنقیدی کام مختلف موضوعات پر مبنی ہیں جو ان کی عالم دوستی، ادب سے گہری دلچسپی، اعلیٰ قابلیت اور ان کے وسیع المطالع ہونے کا بین ثبوت ہے۔ ان تراجم کا اردو ادب میں شامل ہونا ادب کی ایک گراں قدر خدمت ہے۔ عبدالعزیز جاوید کے تراجم روایت پسندی بھی ہے، جدت و ندرت بھی اور ان کے اسلوب میں تازگی کا امر موجود ہے جو قابلِ تقلید ہے۔

عبدالعزیز جاوید نے الفاظ و تراکیب، روزمرہ، محاورات، ضرب الامثال اور صنائع لفظی و معنوی کے استعمال سے اپنے تراجم کو سادہ، سلیس اور عام فہم بنا دیا ہے۔ انھوں نے اردو زبان کو نئی تراکیب و اصطلاحات سے روشناس کرایا ہے جس سے اردو زبان کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ ہو گیا ہے۔ بہ طور تصحیح نگار انھوں نے کیمیائے سعادت اور گلستان سعدی کے موجود تراجم کی تصحیح کا کارنامہ انجام دیا ہے اور ان میں موجود اغلاط کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کو دور کرنے کی سعی بھی کی ہے۔ عبدالعزیز جاوید کے ان کارناموں کو اردو ادب میں ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ یہ کارنامے دوسرے مترجمین کے لیے مشعل راہ کا کام سرانجام دیں گے۔

Vol. 6 No.1 2022
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

حوالہ جات:

1۔ یٰسین، غلام؛(۲۰۱٦ء)"ترجمہ تحلیل کشف المحجوب تحقیقی و تنقیدی جائزہ"لاہور، مخزونہ منہاج یونیورسٹی، ص۳۳

2۔ جاوید، عبدالعزیز؛(۲۰۱۰ء)"راہ آورد"، رحیم یار خان، ۲۔ ہسپتال روڈ، ص۱۳۱

3۔ جاوید، عبدالعزیز؛(۲۰۱۰ء)"راہ آورد"، رحیم یار خان، ۲۔ ہسپتال روڈ، ص۱۳۱

4۔ عابد حسین، ڈاکٹر سید، (۱۹۷۴ء) بیاض مبارک، سید زوار حسین زیدی، مرتبلاہور: مکتبہ میری لائبریری، ص۵۷

5۔ جاوید، عبدالعزیز؛(۲۰۱۳ء) کیمیائے سعادت فارسی کا اردو ترجمہ، رحیم یار خان، ۲ ہسپتال روڈ، ص۴۰

6۔ جاوید، عبدالعزیز؛(۲۰۱۳ء) کیمیائے سعادت فارسی کا اردو ترجمہ، رحیم یار خان، ۲ ہسپتال روڈ، ص٧٦

7۔ جاوید، عبدالعزیز؛(۲۰۱۳ء)"دبیر عجم (فارسی) کا ترجمہ"، رحیم یار خان، ۲۔ ہسپتال روڈ، ص۸

8۔ جاوید، عبدالعزیز؛(۲۰۱۴ء)"تذکرہ خوش نویساں (فارسی) کا ترجمہ"، رحیم یار خان، ۲۔ ہسپتال روڈ، ص٦

9۔ جاوید، عبدالعزیز؛(۲۰۱۳ء) کیمیائے سعادت فارسی کا اردو ترجمہ، رحیم یار خان، ۲ ہسپتال روڈ، ص۴۰

10۔ نذیر احمد، پروفیسر؛(۲۰۰۰ء) تصحیح و تحقیق متن، کراچی، ادارہ یادگارِ غالب، ص۱۷

11۔ صدیقی، احمد، فخر الدین؛(۱۹۷۹ء) اکسیر ہدایت ترجمہ کیمیائے سعادت، کراچی، دارالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، ص۵

12۔ جاوید، عبدالعزیز؛(۲۰۱۳ء) کیمیائے سعادت کا اردو ترجمہ، رحیم یار خان، ۲ ہسپتال روڈ، ص۴

13۔ یزدانی، عبدالحمید، ڈاکٹر؛(۲۰۱۱ء) گلستان فارسی (ترجمہ)، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ص۴۰

14۔ سجاد حسین، قاضی، مولانا؛(س ن) گلستان مترجم، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، ص۵۰

15۔ جاوید، عبدالعزیز؛(۲۰۱۸ء) گلستان سعدی (فارسی) کے مترجم پروفیسر خواجہ حمید یزدانی کی ہفوات، رحیم یار خان، ۲ ہسپتال روڈ، ص۳